جماعت احمدیہ اور احرار کی جنگ کو احرار کی معافی یا موت ہی ختم کرسکتی ہے۔ہم صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں

(فرمودہ ۴؍ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ الانفال کی درج ذیل آیات کی تلاوت کی۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنَ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا لِیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَّ یَحْیٰ مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا وَلَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلاً وَ یُقَلِّلُکُمْ فِیْ اَعْیُنِھِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ[1]

پھر فرمایا:۔

وہ ترقیات جو ترقی کہلانے کی مستحق ہوتی ہیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہیں اور ان میں انسانی ہاتھ محض دکھاوے کے لئے ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان بھی خوشی محسوس کرے کہ اس نے بھی کوئی کام کیا ہے جیسے ہر شخص جس کے گھر میں بچے ہوں جانتا ہے کہ جب ماں باپ کوئی کام کرنے لگتے ہیں تو بچہ بھی ساتھ شامل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ماں باپ اُس کا ہاتھ بھی لگوا لیتے ہیں اور بچہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کام اُس نے کیا ہے۔ مثلاً ماں باپ میز یا کرسی اُٹھانے لگتے ہیں تو بچہ دَوڑا آتا ہے اور کہتا ہے میں اُٹھاؤں گا۔ اس پر ماں باپ اس کا ہاتھ بھی ساتھ لگا لیتے ہیں بچہ خوش ہو جاتا ہے اور ماں باپ اس کی خوشی سے خوش ہوتے ہیں حالانکہ اُٹھانے والے ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح حقیقی ترقیات میں کام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے مگر بندہ کی خوشی دیکھنے کے لئے اُسے کہہ دیتا ہے کہ تم بھی ساتھ شامل ہو جاؤ اور بندہ اسی پر خوشی سے ناچنے لگ جاتا ہے کہ میں نے کام کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے ایسے کاموں میں جو کامیابیاں ہوتی ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ طریق رکھا ہے کہ جیسے کھیتی کاٹنے والا جب کاٹ کر لاتا ہے تو کچھ حصہ خود استعمال کر لیتا ہے اور کچھ بیج کے لئے رکھ چھوڑتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کر رکھا ہے کہ ایسے کاموں میں جو انعام ملے اس میں سے کچھ حصہ بیج کے طور پر رکھ دو۔ مگر بات وہی کی ہے جو ماں باپ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بندوں سے اُس محبت سے بہت زیادہ ہے جو ماں باپ کو بچوں سے ہوتی ہے بچہ صرف ہاتھ لگا دیتا ہے تو ماں باپ کہتے ہیں کہ بڑا بہادر ہے ہم نے تو صرف مدد کی تھی سب کام تو اس نے کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی بندے کی تھوڑی سی محنت کو قبول کرتا ہے اور وہ کام اپنے بندے کے کھاتے میں لکھ دیتا ہے اور اپنے لئے اس کا صرف پانچواں حصہ رکھا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں جو میں نے اِس وقت تلاوت کی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب بھی غنیمت کے طور پر تمہیں کوئی چیز ہاتھ آئے تو سمجھو کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا پانچواں حصہ ہے۔ اس طرح بندے کو خوش کیا ہے کہ چار حصہ کامیابی کے تم مستحق ہو باقی جو خدا کا حصہ ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کو نہیں جاتا کیونکہ وہ مادی تعلقات سے پاک ہے صرف اپنے بندے کے ساتھ اپنی شرکت کے اظہار کے لئے فرماتا ہے کہ اس میں چار حصے تمہارے ہیں اور ایک حصہ ہمارا ہے ورنہ وہ حصہ بھی دوسری شکل میں بندے ہی کو دے دیتا ہے۔

پُرانے زمانہ میں بادشاہوں کا دستور ہوتا تھا کہ وہ بعض مواقع پر جبری نذریں لیتے تھے اور مقرر کر دیتے تھے کہ فلاں اتنی نذر دے لیکن صرف اُسے چُھو کر واپس کر دیتے تھے اللہ تعالیٰ کی نذر بھی ایسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مالِ غنیمت میں پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے مگر وہ بھی بعد میں بندوں کی طرف لَوٹ جاتا ہے۔ پہلے رسول کے پاس، پھر اُس کے توسّط سے ذَوِی الْقُربٰی، یتامیٰ وغیرہ کے پاس چلا جاتا ہے گویا اللہ تعالیٰ بندے کی نذر کو قبول کرتا ہے۔ مگر اس طرح کہ ہاتھ لگا کر چھوڑ دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ یہ ہم نے نشان قائم کیا ہے۔ ایک بات کا جس کا اسلام میں ظہور ہؤا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا وہ کیا ہے؟ فرمایا اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یہ ایک نشان ہے۔ جس طرح ابراہیمی نسل کا نشان ختنہ تھا اسی طرح امتِ اسلامیہ کا نشان یہ ہوگا کہ خدا نے جس طرح بدر میں نشان ظاہر کیا ہے اسی طرح ہمیشہ کرتا رہے گا اگر مسلمان خدا تعالیٰ کا حصہ شامل رکھیں گے۔ یہاں بے شک ظاہری جنگ مراد ہے اور جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے مگر بعض صوفیاء نے اسے جنگ سے علیحدہ بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر کہیں سے بھی بغیر محنت کے مال مل جائے تو اس کا ۱/۵ حصہ بھی دے دینا چاہئے۔ اور بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ہر مال مالِ غنیمت ہے کیونکہ انسان اپنے گھر سے تو کچھ نہیں لایا جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ ع

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

آپ نے اقلّ ترین وصیت دسویں حصہ کی رکھی ہے مگر یہ بھی دراصل پانچواں حصہ ہی ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ اور بھی رقوم ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقات اور خاص چندے وغیرہ ہیں دراصل آپ نے ایک خاص شعبہ کے لئے دسواں حصہ مقرر کیا ہے ورنہ یہ پانچواں ہی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ نشان قرار دیا ہے کہ آئندہ بھی مسلمانوں کے لئے ایسے مواقع پیش آئیں گے۔ ایک طرف ان کے دشمن ہوں گے خواہ کُفّار خواہ بظاہر مسلمان کہلانے والے لیکن دل میں اللہ تعالیٰ سے بے تعلق اور دوسری طرف خالص مؤمن یا حِزْبُ اللہ اور مؤمنوں کو خدا کی نصرت کی ایسی ہی ضرورت پیش آئے گی جیسی بدر کے موقع پر صحابہ کو تھی۔ بدر میں مسلمان تعداد میں بہت کم تھے اور کفار بہت زیادہ۔ کفار کے پاس بہت ساز و سامان تھا اور یہ بالکل بے سرو سامان تھے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آئندہ بھی ایسے

مواقع پیش آئیں گے کہ اسلام کے سچے خادم بہت تھوڑے ہوں گے اور اسلام کی بہتری سے غفلت کرنے والے نام نہاد مسلمان یا بعض صورتوں میں ظاہر و باطن میں اسلام سے بیزار کُفّار بڑی تعداد میں ان کے مقابل پر کھڑے ہوں گے اور ان کے کام میں روک بنیں گے پھر اُس وقت اسلام کے خادموں کے پاس ساز و سامان بھی کافی نہ ہوگا۔ اور ان کے دشمن پوری طرح مسلح ہوں گے۔ اور ہر قسم کا سامان ان کے پاس ہوگا۔ خدامِ اسلام صرف دفاع کر رہے ہونگے اور ان کے دشمن ظالمانہ طور پر حملہ کر رہے ہوں گے۔ جیسے بدر کے موقع پر صحابہ کی نیت لڑائی کی نہ تھی مسلمان صرف مدینہ کی حفاظت کے خیال سے باہر گئے تھے اور بظاہر کوئی امید نہ تھی کہ جنگ ہوگی حتّٰی کہ جب اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت جنگ کے سامان ہوئے اور معلوم ہوُا کہ اب جنگ سے گریز کی کوئی صورت نہیں ہے تو اُس وقت رسول کریم ﷺ نے مشورہ کیا۔ آپ کو الہاماً بھی بتایا گیا اور ظاہری حالات سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ جنگ ہوگی۔ اس لئے آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ کیا تجویز ہے؟ اس پر مہاجرین نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم پر بہت ظلم کئے گئے، ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور قتل کیا گیا اب کیا انتظار ہے، ہمیں اجازت دیں کہ لڑیں۔ مگر آپ نے متواتر فرمایا کہ لوگو مشورہ دو۔ کئی مہاجر کھڑے ہوئے اور اِس قسم کی باتیں کیں مگر آپ نے ہر ایک کے بعد یہی فرمایا لوگو! مشورہ دو۔ انصار نے خیال کیا کہ کفار مہاجرین کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ کوئی کسی کا بھائی ہے کوئی باپ، کوئی ماموں، کوئی چچا، کوئی پھوپھا، کوئی خالو، کوئی بہنوئی، کوئی داماد وغیرہ اگر ہم نے کہا کہ ضرور لڑائی ہونی چاہئے تو مہاجرین یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہمارے رشتہ داروں کو مارنا چاہتے ہیں۔ وہ بُزدلی کی وجہ سے خاموش نہیں تھے بلکہ اخلاص کے باعث خاموش تھے وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے کہا ہماری تلواریں نیاموں میں تڑپ رہی ہیں تو مہاجر ہمارے متعلق یہ خیال نہ کریں کہ یہ ہمارے رشتہ داروں کو قتل کرنے پر خوش ہیں، اس لئے وہ خاموش رہے مگر رسول کریم ﷺ ان سے بھی مشورہ لینا چاہتے تھے کیونکہ ان سے معاہدہ یہی تھا کہ وہ مدینہ میں آپ کا ساتھ دیں گے لیکن مدینہ سے باہر نہیں۔ اس لحاظ سے آپ چاہتے تھے کہ ان کا منشاء بھی معلوم کریں تا اگر وہ اپنے اس معاہدہ پر عمل کرنا چاہیں تو انہیں واپس بھیج دیا جائے اور اگر شامل ہوں تو آپ پر معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام نہ آسکے اس لئے آپ نے جب بار بار یہی فرمایا کہ لوگو! مشورہ دو تو انصار نے خیال کیا کہ شاید رسول کریم ﷺ ہماری خاموشی کا مطلب نہیں سمجھے۔ تب

ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! کیا آپ کی مراد ہم سے ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر اُس نے کہا ہم تو اس لئے خاموش تھے کہ یہ مہاجرین کے بولنے کا موقع ہے ورنہ اگر آپ ہم سے ہی مشورہ لینا چاہتے ہیں تو بے شک آپ سے یہی معاہدہ تھا کہ ہم آپ کی مدینہ میں حفاظت کے ذمہ دار ہیں یا مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں مدافعت کرنا ہمارا فرض ہے لیکن یہ اُس وقت کی بات ہے جب ہم نے آپ کو دیکھا نہ تھا اور پہچانا نہ تھا اب کہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہم نے خدا تعالیٰ کا کلام آپ سے سنا اب تو اِس قسم کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا یہ سامنے سمندر ہے آپ ہمیں حکم دیں تو ہم بلا چون و چرا اس میں گھوڑے ڈال دیں گے۔ اور اگر جنگ ہوئی تو ہم آپ کے آگے لڑیں گے پیچھے لڑیں گے دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک کہ ہماری لاشوں پر سے گزر کر نہ آئے[2] بلکہ ہمیں تو افسوس ہے کہ ہمارے بعض بھائی مدینہ میں ہیں انہیں لڑائی کا علم نہ تھا ورنہ وہ بھی ثواب میں شریک ہوتے۔[3] یہ وہ جنگ تھی جس میں مکہ والوں کو یقین تھا کہ مسلمانوں کو بالکل مٹا دیں گے۔ حتّٰی کہ جب رشتوں کے خیال سے ان میں سے ہی بعض نے صلح کی کوشش کی تو ابوجہل نے ایک شخص کو جس کا بھائی پہلے کسی وقت مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ننگا ہو کر پیٹنے لگے۔ یہ عربوں میں ایک رواج تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کا خاندان تباہ ہو گیا۔ یہ ایک ایسی بات تھی جسے عرب برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ابوجہل نے ایسا اس خیال سے کرایا کہ اسے یقین تھا کہ آج مسلمانوں کے بچنے کی کوئی صورت نہیں اس لئے وہ چاہتا تھا کہ جنگ ضرور ہو۔ وہ جانتا تھا کہ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے ہیں اور بغیر تیاری کے آئے ہیں اس لئے ان کو مٹانا آسان ہو گا۔ مگر ہوا کیا؟ یہ کہ وہی شخص جو سمجھتا تھا کہ آج مسلمانوں کو نابود کر دیا جائے گا سب سے پہلے مارے جانے والوں میں سے تھا۔ ابھی صف بندی ہو رہی تھی اور باقاعدہ لڑائی شروع نہ ہوئی تھی صرف مبارز طلب کئے جا رہے تھے کہ سترہ سترہ سال کے دو بچے جنہوں نے سُن رکھا تھا کہ ابوجہل نے رسول کریم ﷺ پر بہت ظلم کئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ دو سال سے مدینہ میں تھے اور ایک سال پہلے اسلام مدینہ میں آیا تھا اور اس طرح وہ ۱۴ سال کی عمر سے ہی یہ سن رہے تھے کہ اہلِ مکہ خصوصاً ابوجہل رسول کریم ﷺ پر بہت ظلم کرتا ہے انہوں نے اسے مار دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور بڑے بہادر تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے جب اپنے دائیں

بائیں ان لڑکوں کو دیکھا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ میں آج کچھ نہیں کرسکوں گا۔ بہادر لوگ پسند کرتے تھے کہ اُن کے دائیں بائیں بہادر لوگ ہی ہوں تا وہ جب آگے بڑھ کر حملہ کریں تو پُشت کی طرف سے اُن پر کوئی حملہ نہ کرسکے۔ حضرت عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ اگر میں دشمن پر حملہ کر کے اس کی صفوں میں گُھس جاؤں تو میری پُشت کون بچائے گا کہ دائیں طرف سے میرے کُہنی لگی میں نے مُڑ کر دیکھا تو اُس طرف کھڑا ہوا انصاری لڑکا کہنے لگا چچا! وہ ابوجہل کون ہے جو رسول کریم ﷺ کو اِس قدر دُکھ دیتا رہا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اسے ماروں۔ مگر بیشتر اِس کے کہ میں اُسے کوئی جواب دیتا، بائیں طرف سے کُہنی پڑی اور جب میں نے اُس طرف مُڑ کر دیکھا تو دوسرے لڑکے نے یہی سوال کیا کہ چچا! وہ ابوجہل کون ہے جو رسول کریم ﷺ کو دُکھ دیا کرتا تھا دل چاہتا ہے کہ اسے مَیں قتل کروں۔ ان کا بیان ہے باوجود اِس کے کہ میں بڑا تجربہ کار سپاہی تھا اور عرب کے لوگ میری بہادری کو مانتے تھے مگر ابوجہل کو مارنے کا خیال میرے دل میں بھی نہ آیا تھا۔ اس لئے میں نے اُن کی اِس بات کو بچپن کا دعویٰ سمجھا اور اشارہ سے بتا دیا کہ ابوجہل وہ ہے جس کے آگے دو بہادر سپاہی تلواریں لئے کھڑے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ابھی میرے منہ سے یہ فقرہ پورے طور پر نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ وہ دونوں لڑکے اس طرح جھپٹے جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے کُود کر اُس پر حملہ آور ہوئے اور قبل اس کے کہ محافظ سنبھل کر مدافعت کرسکیں انہوں نے ابوجہل کو قتل کر ڈالا۔ محافظوں نے حملہ تو کیا مگر ایک کا وار خالی گیا اور ایک نے ایک لڑکے کا ہاتھ کاٹ ڈالا مگر انہوں نے ابوجہل کو مار ڈالا۔[۴] اور اس طرح پیشتر اس کے کہ باقاعدہ لڑائی شروع ہو کفار کا کمانڈر مارا گیا۔ یہ ہے یوم الفرقان جب اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ اسلام اسلام ہے اور کُفر کُفر۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ ایسا نشان پھر نظر آئے تو چاہیئے کہ غنیمت میں سے خدا تعالیٰ کا حصہ رکھو۔ گویا یہ بیج ہے جس کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ جس طرح وہ زمیندار جو بیج نہیں رکھتا دوبارہ فصل نہیں کاٹ سکتا اسی طرح جو غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا تعالیٰ کا نہ رکھے وہ کوئی ترقی حاصل نہیں کرسکتا۔ بعض قربانیوں میں اللہ تعالیٰ غریب امیر سب کا مساوی حصہ چاہتا ہے بعض لوگ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص امیر اور آسودہ حال ہے اور فلاں غریب ہے اس میں شک نہیں کہ خمس غریب کے لئے بڑا بوجھ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بعض قربانیوں میں مساوات رکھی ہے گو اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس کے

لئے وہ قربانی زیادہ مشکل ہوگی اتنا ہی ثواب اسے زیادہ حاصل ہوگا پھر فرمایا اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۔تمہارے اوران کے مابین ٹکراؤ کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی تم وادی کے ایک طرف تھے اور وہ دوسری طرف ۔وہ قافلہ جس کی حفاظت کے لئے وہ آئے تھے، نکل گیا تھا ۔اوراب ان کا کوئی INTEREST لڑائی میں نہ تھا جنگ کی کوئی صورت نہ تھی اور بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ لڑائی نہیں ہوگی اور وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے جائیں گے ۔اور فرمایا۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ ۔اگر تم سے پوچھا جاتا کہ کب لڑائی ہو تو تم یہی کہتے کہ ابھی کچھ عرصہ تک نہیں ہونی چاہئے تا اس عرصہ میں ہم زیادہ طاقتور ہو جائیں ۔مگر فرمایا وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لیکن اللہ تعالیٰ وہی بات کرتا ہے جو اُس کی مشیّت اور اُس کے جلال کو ظاہر کرنے والی ہو اگر مسلمان تعداد میں زیادہ ہو کر فتح پاتے تو خدا کا ہاتھ کہاں دکھائی دیتا ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان عبدالحمید کی ایک بات کا اکثر ذکر فرماتے ۔اور فرمایا کرتے کہ اُس کی یہ بات مجھے بہت ہی پیاری لگتی ہے ۔باوجود اِس کے کہ آپ ترکوں کی حالت پر شاکی تھے کہ وہ دین کی طرف توجہ نہیں کرتے مگر اِس بات کو آپ بہت ہی پسند فرماتے تھے کہ جب جنگ یونان یا شاید کوئی اور جنگ ہونے لگی تو سلطان نے اپنے جرنیلوں کو مشورہ کے لئے بلایا وہ لوگ چونکہ غدار تھے اور یورپ کی سلطنتوں سے رشوتیں لے چکے تھے اس لئے انہوں نے کہا کہ فلاں سامان ہے، فلاں ہے اور پھر آخر میں کسی اہم چیز کا نام لے کر کہہ دیا کہ وہ نہیں ۔مطلب یہ تھا کہ اس کے نہ ہونے کی صورت میں سلطان لڑائی پر کیسے آمادہ ہوگا ۔لیکن سلطان نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ کوئی خانہ تو خدا کے لئے بھی خالی رہنے دو اور چلو لڑائی شروع کرو ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ سلطان کی یہ بات مجھے بہت پسند ہے ۔تو جنگِ بدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کا خانہ خالی رہے ۔اور کوئی مقام ایسا ہو جہاں سے وہ اپنے دشمنوں پر حملہ کر سکے ۔مسلمان تو چاہتے تھے کہ سب کچھ ہم ہی کریں لیکن خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ میرا بھی حصہ ہو اور اس طرح گویا مؤمن اور خدا میں محبت کی بحث تھی ہاں جو لوگ مخلص نہیں ہوتے وہ یہی کہتے ہیں کہ سارا خدا کرے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہہ دیا کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ [5] جا تُو اور تیرا ربّ لڑتے پھرو ہم تو یہاں بیٹھے

ہیں لیکن خالص مسلمانوں نے کہا ہم موسیٰ کے صحابہ والا جواب نہیں دیں گے۔ بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بھی چاہتے تھے کہ اس میں شامل ہوں اور اگر تمہارے پاس ساز و سامان ہوتا اور تعداد بھی کافی ہوتی تو پھر تو ساری لڑائی تم ہی کر دیتے ہم کیا کرتے ۔اس لئے ہم نے ایسے سامان کئے کہ تمہیں بے سامان ہی لڑا دیا۔ اگر تم سے پوچھا جاتا تو تم یہی کہتے کہ ابھی موقع نہیں ۔مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ بات کرے جس کے کرنے کا وہ فیصلہ کر چکا تھا یعنی اس دن کو یوم الفرقان بنائے کیوں؟ فرمایا۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ تا ہلاک ہونے والا بھی ہمارے نشان سے ہلاک ہو اور زندہ رہنے والا بھی ہمارے نشان سے زندہ ہو۔ ہمارا نشان جس کے خلاف پڑے وہ مرے اور جس کی تائید میں ہو وہ زندہ ہو اس لئے ایسے وقت میں یہ لڑائی کرا دی کہ فتح بندوں کی طرف منسوب ہو ہی نہ سکتی تھی۔

یہی آیت ہے جسے مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آج اس رکوع کی تلاوت کی ہے۔ آج بھی بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ کئی لوگ ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ یہ موقع مناسب نہیں آپ ہی خاموش ہو جائیں ۔کئی افسر بھی ہمارے دوست ہیں ہمیں یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ لوگ ذرا خاموش ہو جائیں مگر سوال تو یہ ہے کہ اب ہمیں خاموش ہونے کون دیتا ہے ہم نے تو یہ لڑائی شروع ہی نہیں کی ۔احرار نے کی یا حکومت نے کی مگر جس نے بھی کی اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت کی اور وہ مشیّت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہمیں ایسے وقت میں دشمن سے لڑا دے جب ہم بالکل بے سروسامان اور کمزور ہیں ۔ بظاہر یہ دشمن کا حملہ ہے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اسے اُکسایا ہے جس طرح کہ اس نے مکہ کے لوگوں کو اُکسایا تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کریں اور اس طرح وہ دکھانا چاہتا ہے کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ یعنی جو ہلاک ہو وہ خدا کے نشانوں کو دیکھ کر ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی خدا کے نشانوں سے رہے تو جس لڑائی کو خدا شروع کرے اُسے ہم کس طرح بند کر سکتے ہیں ۔ پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ اسے ختم کرنے کے لئے جو بھی چال چلی جائے گی وہ اُلٹی پڑے گی اور یہ لڑائی ختم نہ ہو سکے گی کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اب دوٹوک فیصلہ ہو جائے ۔اس لئے اسے ختم کرنے کے لئے ہماری اپنی اور تمام خیر خواہوں کی کوششیں

بھی اکارت جائیں گی۔ اوراس پر بھی دشمن کے ساتھ جو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں چاہتا ہے کہ سچائی کو مٹا دے، ہماری جنگ ختم نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا دشمن ہے وہ مسلمان یا ہندو یا سکھ یا عیسائی یا کسی اور غیر مسلم قوم کے لئے یہ طریق اختیار نہیں کرتا کیونکہ وہ مہربان اور شفیق ہے لیکن جو عِناد کی وجہ سے فساد پیدا کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ یہ طریق اختیار کرتا ہے۔ جو قوم اس لئے اُٹھتی ہے کہ سچائی کو مٹا دے، اس کے وجود کو خدا کی غیرت برداشت نہیں کرسکتی۔ اس لئے میں جماعت کو بتانا چاہتا ہوں کہ بسا اوقات بظاہر خاموشی نظر آتی ہے اور خیال کرلیا جاتا ہے کہ کام ختم ہو گیا مگر ختم کس طرح ہوسکتا ہے جب خدا خود کھڑا ہے اور فرماتا ہے کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ جب ایک قوم نے قسم کھائی کہ احمدیت کو مٹا دے گی تو اب یہ جنگ اسی صورت میں ختم ہوسکتی ہے کہ یا تو وہ اپنے اس دعویٰ کو واپس لے اور اعلان کردے کہ ہم سے غلطی ہوئی یا پھر ان دونوں پارٹیوں میں سے ایک کی موت اسے ختم کرسکتی ہے۔ مؤمن میدان میں کبھی پیٹھ نہیں دکھایا کرتا بلکہ وہ یہی کہتا ہے کہ جو ہوسو ہو مَیں زندہ رہا تب بھی اور اگر مرا تب بھی فائدہ میں رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حملہ عام مسلمانوں یا ہندو یا سکھ عیسائی یا دوسرے غیر مسلم شرفاء کے لئے نہیں۔

مدینہ کے پاس کئی قومیں تھیں جو رسول کریم ﷺ کو ناحق پر سمجھتی تھیں۔ مگر ان کے لئے کوئی عذاب نہیں آیا۔ عذاب ہمیشہ اُن ہی پر آتا ہے جو شرارت سے بِلا وجہ اور بِلا قصور کسی قوم کو تباہ کرنے کے لئے اُٹھتے ہیں مثلاً یہی جنگ ہے جو احرار نے ہمارے خلاف شروع کر رکھی ہے۔ کوئی بتائے تو سہی کہ ہم نے مسلمانوں کا کیا نقصان کیا؟ ہم نے ہر میدان میں اپنے مفاد کو پسِ پُشت ڈال کر مسلمانوں کی تائید کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ترکوں کی شکست پر ہم نے پانچ ہزار روپیہ حکومت کو دیا مگر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ کس لئے دیا؟ الزام لگانے والوں کے بھائی بندوں اور ہم خیالوں کے یتیم بچوں کی تعلیم کے لئے ہم نے یہ روپیہ دیا تھا یہ لوگ تین لاکھ کی تعداد میں بھرتی ہو کر گئے اور جا کر ترکوں کے سینوں کو چھید دیا انہیں شکست دی اور اس لڑائی میں ان میں سے جو مارے گئے، ان کے بچوں کی تعلیم کے فنڈ میں ہم نے پانچ ہزار روپیہ دیا۔ لیکن ان لوگوں کو یہ بات تو بھول جاتی ہے کہ ان کے تین لاکھ سپاہی ترکوں سے لڑائی کے لئے گئے مگر یہ یاد رہتی ہے کہ ہم نے پانچ ہزار روپیہ دیا تھا۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ تین لاکھ مسلمان جنہوں نے جا کر ترکوں کو شکست دی یا اُن کے بھائی بند اگر تو وہ احمدی تھے تو پھر اُن

کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ احمدی ۵۶ ہزار ہیں ۔اس صورت میں انہیں احمدیوں کی تعداد ستر لاکھ اور ایک کروڑ کے درمیان ماننی پڑے گی ۔اور اگر ان میں سے تھے تو یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ خود جا کر تو ترکوں کو مارا ،قتل کیا ،ان کے علاقے فتح کئے اور اب بے شرم اور بے حیا بن کر کہتے ہیں کہ احمدیوں نے سب کچھ کیا حالانکہ ہم نے جو کیا وہ صرف یہ ہے کہ جو لوگ مارے گئے یا لُولے لنگڑے ہو کر ناکارہ ہو گئے اُن کی امداد اور اُن کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے فنڈ میں ۵ ہزار روپیہ دیا۔ اگر ان کے نزدیک یہ اتنا ہی بُرا فعل ہے تو وہ فنڈ آج تک قائم ہے ۔ یہ فتویٰ صادر کر دیں کہ اس سے امداد لینا حرام ہے ۔ احراری اس قسم کا فتویٰ صادر کر کے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے روک دیں ۔ پھر ہمارا پیدا کیا ہؤا ضرر خود بخود دُور ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اور بھی ہر موقع پر ہم نے مسلمانوں کی تائید کی ہے ۔ نہرو رپورٹ کے موقع پر کانگرس اور بائیکاٹ کی تحریکات میں ہمیشہ ان کی مدد کی ہے پھر خلافت موومنٹ کے موقع پر میں نے کہا کہ میں مدد کے لئے تیار ہوں ۔اُس موقع پر میں نے ایک رسالہ لکھا جو چھپا ہؤا موجود ہے اگر اُس وقت میری مدد حاصل کر لی جاتی تو اتنے فسادات ملک میں نہ ہوتے اور ترکی حکومت بھی زیادہ مضبوط ہوتی ۔ میں نے تجویز پیش کی تھی کہ یہ نہ کہا جائے کہ تمام مسلمان سلطان کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ اکثر مسلمان خلیفہ سمجھتے ہیں اور باقی بحیثیت ایک مسلمان فرمانروا اس سے گہری ہمدردی رکھتے ہیں لیکن اس تجویز کو منظور نہ کیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ ایک حصہ خلیفہ نہیں سمجھتا تو اس سے تحریک کو نقصان ہوگا حالانکہ میں نے کہا تھا کہ اگر اس طریق پر کام کیا جائے تو میں ترکوں کے حق میں یورپ اور امریکہ میں یہ پروپیگنڈا کرنے کے لئے مبلغ بھی دوں گا کہ مسلمانوں کی قربانیوں کا اِس رنگ میں نتیجہ نہیں نکلنا چاہئے اور حکومتِ برطانیہ کا فرض ہے کہ اسلامی حکومت کو پاش پاش نہ ہونے دے میری اِس تجویز کو ٹھکرا دیا گیا مگر آج کیا ہے ۔ کہاں ہے وہ خلیفہ جس کے متعلق یہ سننا بھی پسند نہیں کیا جاتا تھا کہ بعض مسلمان اسے خلیفہ نہیں سمجھتے ۔ اگر میری تجویز کے مطابق اس سوال کو اُٹھایا جاتا تو ہزاروں روپیہ اور بہت سے مبلّغ کام کرنے کے لئے مل سکتے تھے اور مجھے یقین ہے کہ اگر اُس وقت اس رنگ میں پروپیگنڈا کیا جاتا تو حکومتِ برطانیہ ترکی کی حمایت پر مجبور ہو جاتی ۔ پس کونسا موقع ہے جب ہم نے مسلمانوں کے لئے قربانی نہیں کی ۔ ہمارے دشمنوں کو اگر یہ پانچ ہزار یاد ہے تو وہ خدمات کیوں یاد نہیں جو ہم کرنے کو تیار تھے مگر مسلمان لیڈروں نے اپنی

غلطی منظور نہ کی۔ یا وہ لاکھ روپیہ کیوں بُھول گیا جو ملکانا ارتداد کے مقابلہ کے لئے ہم نے خرچ کیا۔ کیا یہ سب خرچ ہم نے اپنے فائدہ کے لئے کیا تھا؟ باقی مسلمانوں کے لئے تو پھر بھی یہ کامیابی اس خیال سے خوشکن ہوسکتی تھی کہ وہ سلطان کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے تھے مگر ہمیں کیا فائدہ تھا ہمارے ساتھ تو ترکوں کا اچھا سلوک نہ تھا۔

پس ہم نے ہمیشہ مسلمانوں کی خدمت کی۔ الیکشن کے موقع پر بہترین امیدواروں کی مدد کی حتّٰی کہ کئی دفعہ اپنے احمدی امیدواروں کو بٹھا دیا۔ ایک دفعہ اسی ضلع سے ایک احمدی امیدوار کھڑا ہوا اور اُس کا کوئی مدِّ مقابل بھی نہ تھا مگر چوہدری شہاب الدین صاحب کے لئے کسی اور ضلع سے کھڑا ہونے کی گنجائش نہ تھی اِس لئے میں نے اپنے آدمی کو بٹھا دیا۔ کئی غیر احمدی میرے پاس آئے کہ ہم بہت کچھ کام کر چکے ہیں اور اب پیچھے ہٹنا ہماری زَک ہے مگر میں نے یہی جواب دیا کہ میں اِس بات کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اور یہ میں نے اسی لئے کیا کہ میں سمجھتا تھا۔ چوہدری صاحب کونسل میں مسلمانوں کی زیادہ خدمت کرسکیں گے۔ سو ہم نے ہمیشہ مسلمانوں کی بہترین خدمات سرانجام دی ہیں مگر احرار کی طرف سے بِلا وجہ ہم پر حملہ کیا گیا ہے جس کا فیصلہ کرنے کے لئے میں نے انہیں مباہلہ کا چیلنج دے رکھا ہے لیکن انکی طرف سے اخبار میں یہ اعلان تو ہو جاتا ہے کہ فلاں صاحب قادیان آئیں گے اور مسجد آرائیاں میں اس کا جواب دے دیں گے لیکن جن کو مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے، ان کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص کو پانچ سات نوجوانوں کے ساتھ یہاں بھیج دیا جاتا ہے اور وہ گالی گلوچ کر کے واپس چلا جاتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ سارے آئیں، شرائط طے کریں اور پھر مباہلہ کریں۔ بلکہ میں نے تو ان کی سہولت کے لئے لاہور میں ہی اپنے نمائندے مقرر کر دیئے تھے کہ انکے ساتھ شرائط طے کرلیں مگر چونکہ انکے دل جانتے ہیں کہ اس صورت میں لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ کا عذاب انکے لئے کھڑا ہے۔ اِدھر انہوں نے مباہلہ کیا اُدھر خدا تعالیٰ نے انکی گردن پکڑی۔ اس لئے کسی کو سامنے آنے کی جُرأت نہیں ہوتی اگر ہمت ہے تو سب کے سب آئیں ورنہ یہ کیا ہے کہ کسی ایک کو بھیج دیا کہ مسجد آرائیاں میں تقریر کر جائے گویا مسجد آرائیاں بھی ایک متبرک مقام ہے کہ اس کے بغیر انکا اعلان ہی نہیں ہوسکتا۔ میں نے خود تو نہیں دیکھا مگر کسی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اخبار میں اعلان کیا ہے کہ وہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی مباہلہ کرینگے۔ ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں لیکن اس کے

لئے وہ اَور پانچ سَو آدمی لائیں ہم بھی دوسرے پانچ سَو اس مباہلہ کے لئے پیش کریں گے۔ دونوں مباہلوں کو ملانے کی ضرورت نہیں۔ میں اُن کی اِس ہوشیاری کو سمجھتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں انہیں پانچ سَو ایسے آدمی ملنے مشکل ہیں جو واقعی یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کی ہے۔ صداقت مسیح موعود کا مسئلہ علیحدہ ہے جس پر غیر احمدیوں میں سے ایک تعداد کو واقعی شبہ ہے اور اس کے لئے ان میں سے مباہلہ کرنے والے مل سکتے ہیں لیکن رسول کریم ﷺ کی ہتک والا الزام ایسا ہے کہ ہر عقلمند اسے غلط سمجھتا اور جانتا ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی ہتک نہیں کی بلکہ آپکی عزت کو قائم کیا ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ یہ مباہلہ بھی ضرور ہومگر اس سے علیحدہ ہو۔ وہ اس کے لئے دوسرے پانچ سَو آدمی لائیں اور ہم بھی ایسا ہی کریں گے ہاں لیڈر وہی ہوں۔ ان کے وہی پانچوں لیڈر ایک مباہلہ میں شامل ہوں اور وہی دوسرے میں۔ اِدھر مَیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے مرد ممبر اور ناظر دونوں میں شریک ہونگے اور پانچ پانچ سَو آدمی دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مباہلہ کرنے سے ہمیں گریز ہو۔ ہم آپ کی صداقت پر جہاں وہ چاہیں قَسم کھانے کو تیار ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہی ہم نے اسلام کی صداقت سمجھی ہے ورنہ جس رنگ میں یہ مولوی اسلام کو پیش کرتے ہیں اس رنگ میں اسے کون معقول شخص مان سکتا ہے۔ جو نامعقول یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن کو دیکھا اور نَعُوْذُ بِاللّٰہ اُس پر عاشق ہو گئے ایسے بیوقوفوں کے بتائے ہوئے اسلام کو کون مان سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا بتایا ہؤا اسلام تو وہ ہے جو رسول کریم ﷺ کی عصمت کو ثابت کرتا ہے اور جو قرآن کریم میں ہے، صحیح احادیث میں ہے مگر کون ہے جو ہمیں قرآن کریم کی طرف لایا، صحیح احادیث کی طرف لایا یا تازہ نشانات کی طرف لایا؟ یہ سب کچھ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ملا۔ اور اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ ہم آپ کی صداقت کے متعلق مباہلہ کرنے سے ایک منٹ کے لئے بھی پس و پیش کر سکتے ہیں ہم اس کے لئے تیار ہیں اور ہر میدان میں تیار ہیں لیکن احرار اس کے لئے علیحدہ پانچ سَو آدمی لائیں ہم بھی علیحدہ لائیں گے اور اس طرح دو مباہلے ہوں تا لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰ مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ کا نظارہ دنیا دیکھ لے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ خالی مسجد آرائیاں میں تقریر کرنے سے

کام نہیں چل سکتا وہ باقاعدہ شرائط طے کریں بلکہ میں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مجھے اپنی پیش کردہ شرائط پر اصرار نہیں۔ انہیں اگر کوئی شرط بوجھل معلوم ہوتی ہے تو اسے پیش کریں، میں چھوڑنے کو تیار ہوں مگر یہ ضرور ہے کہ مباہلہ ہو ایسے رنگ میں کہ اللہ تعالیٰ کا زندہ نشان دنیا کو نظر آ جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اس میں بتایا ہے کہ جب بھی مؤمن اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں گے وہ ضرور ان کی دعاؤں کو سنے گا۔ پس میں احرار کو پھر ایک دفعہ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس پیالہ کو ٹالنے کی کوشش نہ کریں شرائط طے کرلیں کسی شرط پر اگر انہیں کوئی اعتراض ہو تو اسے پیش کریں اور اس طرح فیصلہ کر کے مباہلہ کرلیں۔ کسی مولوی کے نام کے ساتھ لمبے چوڑے خطابات درج کر کے اسے یہاں بھیج دینا کہ مسجد آرائیاں میں ساٹھ ستّر لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہہ جائے کہ احمدی فرار اختیار کر گئے ٹھیک طریق نہیں۔ نہ شرائط کا تصفیہ، نہ تاریخ کا تعیّن اور نہ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب جن کو مخاطب کیا گیا ہے اور یونہی کسی کا مسجد میں آ کر کہہ جانا تو ایسا ہی ہے جیسے پنجابی میں کہتے ہیں۔ ''کنک کھیت، کُڑی پیٹ آ جوائیا منڈے کھا''۔ یعنی لڑکی پیدا نہیں ہوئی، گندم موجود نہیں اور داماد سے کہا جائے کہ آ ؤ روٹیاں کھا لو۔ جب نہ کوئی تاریخ مقرر ہے نہ شرائط طے ہوئی ہیں تو احمدی فرار کیسے کر گئے؟ فرار تو تب ہے کہ شرائط طے ہو جائیں، وقت مقرر ہو جائے اور پھر ایک فریق نہ آئے۔ پس میں احرار کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس طرح کی باتوں سے اب کام نہ چلے گا وہ اب خواہ کسی رنگ میں آئیں خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ (الفضل ۸؍اکتوبر ۱۹۳۵ء)

---

۱ الانفال: ۴۳ تا ۴۵

۲ سیرت ابن ھشام جلد ۲ صفحہ ۱۲، ۱۳ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۳ سیرت ابن ھشام جلد ۲ صفحہ ۱۵ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۴ بخاری کتاب المغازی باب فَضْل مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

۵ المائدة: ۲۵